نگارشاتِ شاہ ولی اللہ دہلوی میں چشتی تعلیمات و افکار

پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی ☆

Abstract:

"Hazrat Shah Waliullah was known as learned personality in many Islamic fields. He wrote many books in the disciplines of Tafseer, Hadith, Jurisprudence, Political and Social thoughts as well as on Tasawwuf. He has good name in all Sufi orders of Tasawwuf. He gained his spiritual and self purification education and guidance from all Sufia of Tasawwuf in his period. He belonged to Naqashbandi order of Tasawwuf which he took it in his inheritance from his forefathers but Hazrat Shah Waliullahwas also impressed by chishti oreder of Tasawwuf. There is a lot of thoughts and teachings of Chishti Saints are found in his literary works. He also gave in his book the concepts of prayers, nearness with Allah, obedience of Shaikh and other kinds of calling Allah(Zikr-e-Ilahi) in Chishti order. So all these ideas of Shah Walliullah's have been discussed in this article."

Key Words:

Shah Waliullah, Spiritual, Naqashbandi, Inheritance, Forefathers, Chishti saints, Obedience, Shaikh.

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۴ شوال ۱۱۱۴/۲۱ فروری ۱۷۰۳ تا ۲۹ محرم ۱۱۷۶/۲۰ اگست

☆ سابق صدر/ ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۷۶۲ء) تمام سلاسلِ تصوف کے جامع امام تھے۔ ان کے زمانے کے تمام مروجہ اور مشہور سلاسلِ طریقت میں ان کی تعلیم وتربیت ہوئی تھی۔ ان کے اکابر سے ان کو نقشبندی طریق کی وراثت ملی تھی اور وہ ان کے دینی مزاج سے زیادہ ہم آہنگ ہونے کے سبب ان کا بنیادی اور عظیم سلسلہ تھا۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں نقشبندی طریقت کے تفوق کا ایک اشارہ یہ ملتا ہے۔ اگرچہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشاہدات اور روحانی تجربات اور عقلی دلائل سے تمام سلاسلِ طریقت کو ہم مرتبہ بتایا ہے اور نہ صرف اپنا مسلک وخیال اسے قرار دیا ہے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں بھی ان تمام سلاسل کی یکساں پسندیدگی اور ہم رتبہ ہونے کی شہادت کا بھی ذکر کیا ہے بلکہ اُسی طرح جس طرح چاروں فقہی مسالک ومذاہب کی نگاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں یکساں مرتبت ومقام کا اظہار کیا ہے۔ یہ دراصل ان کی تطبیقی فطرت کا تقاضا ہے۔ (۱)

دوسرے سلاسلِ تصوف میں قادری، چشتی، سہروردی اور شاذلی کا ذکر خاص کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض دوسرے طُرق وسلاسل کا ذکر بھی جابجا ان کی تحریروں میں آہی جاتا ہے۔ ان کے اکابر وشیوخ اور تعلیمات کا ایک مرقع ان میں ملتا ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتبِ تصوف وطریقت تو متعدد ہیں لیکن ان میں تصوف کے سلسلوں اور ان کے اوراد ومشاغل وغیرہ کا ایک مرتب ومنظم تذکرہ صرف دو کتابوں میں ملتا ہے۔ بہرحال نگارشاتِ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عام وخاص کے حوالے سے اس مختصر مقالے میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۵۳۶/۱۱۴۱ یا اس کے قریب ۶۳۴/۱۲۳۶) اور ان کے سلسلۂ چشتیہ کی تعلیمات کا ایک ذکرِ خیر بعض عناوین اور سرخیوں کے تحت کیا جارہا ہے کہ وہی وقت کی ضرورت ہے۔

سلسلۂ طریقت:

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بہت کم اور صرف ایک آدھ جگہ پر ہی آیا ہے لیکن ان کو پیشوائے سلسلۂ مشائخِ چشتیہ قرار دیا ہے اور ان کے مشائخِ سلسلہ کو ان کے مریدین ومنتسبین بتایا ہے۔ چشت کو آپ کے مشائخ کا گاؤں بتایا ہے۔ القول الجمیل کے اس بیان کے بعد حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ چشتی کا ذکر آتا ہے۔ الانتباہ میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ چشتیہ کا شجرۂ نسب بیان کرتے ہوئے حضرت خواجہ اجمیری کا نامِ نامی خواجہ معین الدین حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے اور ان کے شیخ خواجہ عثمان ہارونی اور ان کے مشائخ کا عمودی سلسلہ نسل درنسل بیان کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مشائخِ چشت کے اسماء گرامی اور نسبتوں کا ذکر اپنی تحقیق کے مطابق کیا ہے۔ مثلاً نسبتِ سجزی کے بارے میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لکھا ہے کہ وہ "بکسر سین و سکون جیم و کر رائے معجمہ سیستان کی طرف نسبت ہے۔ سیستان کو عربی میں سجستان اور سجز کہتے ہیں اور یہ سیستان کی تعریب ہے۔ اس کی رائے تبدیلی اسے عربی میں تبدیل کرنے کا نتیجہ ہے۔ میرے نزدیک خواجہ عثمان کے وطن کا نام ہرن نو ہے۔ ہارونی اسی کی طرف نسبت ہے، یہ خلافِ قیاس ہے۔ چشتی لوگوں کی زبان پر یہ لفظ جیم فارسی کی کسر کے ساتھ رواں ہے۔ ملا عبدالغفور لاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جیم فارسی کی فتح کے ساتھ ضبط کیا ہے۔" حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مختصر و جامع تحقیقات دراصل ان دونوں بزرگوں کی وطنی نسبتوں کے بارے میں بہت سے اہلِ علم کی غلطیوں کی طرف اشارہ کرنے کی خاطر ہیں کیونکہ وہ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کو سنجری (س ن ج ری) پڑھتے ہیں اور حضرت خواجہ عثمان ہرن نوی کو ہارونی اور ہروانی بتاتے ہیں۔ اسی طرح بعض دوسری نسبتوں کی بھی مختصر تحقیق کی ہے۔(۲)

مختلف سلاسلِ طریقت کے حقوقِ خرقہ اور دوسری غایت و توجہات کے حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچنے کے ضمن میں خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مختصر مگر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکیمانہ و صوفیانہ انداز کا ذکر کرنا در مکتوبات میں سے ایک مکتوب میں ملتا ہے جو مخدوم محمد معین ٹھٹھوی کے نام لکھا گیا تھا۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بشارتوں سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ ان کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ: "مثل ان بشارت کے جوان بزرگوں نے درجہ بدرجہ یعنی ہر شیخ نے اپنے مرید کو عطا کی ہے اور جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تک مسلسل پہنچتی ہے اور خواجہ صاحب وہ پہلے بزرگ ہیں جن کے قلب میں منجانب الٰہی بواسطۂ روح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اقلیم ہندوستان اندر طالبین حق کو ارشاد و ہدایت کرنے کا داعیہ و جذبہ پیدا ہوا۔"(۳)

حضرت شیخ محدث دہلوی (عبدالحق دہلوی) نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے آغاز کتاب کا التزام کیا ہے اور اوپر کے بزرگوں کے حالات لکھنے کا اہتمام نہیں کیا ہے۔(۴)

شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ان معدودے جلیل القدر صوفیہ میں شامل ہیں جن کو مقاماتِ عالیہ اور ان کی نسبتیں حاصل تھیں۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے "مقاماتِ فنا و بقا کے عروج پر فائز طائفہ علیا" بالخصوص بانی سلاسل طریقت میں شامل اکابر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، شہاب الدین سہروردی، شیخ نجم الدین کبریٰ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ساتھ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شامل کیا ہے۔(۵)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چشتی مشائخ کے کئی شجرہ ہائے نسبت دیے ہیں اور متعدد مشائخِ چشت کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذکر کیا ہے۔ سلسلۂ چشتیہ کے بارے میں الانتباہ میں رقمطراز ہیں کہ:

''سلسلۂ چشتیہ کی کئی شاخیں ہیں۔ ان میں سے تین بہت مشہور ہیں۔ وہ یہ ہیں: نصیریہ، سراجیہ، صابریہ۔ اس فقیر کو ان تینوں سے نسبت اور ارتباط حاصل ہے چنانچہ مجھے بیعت تفلقین؟ اجازت، خرقہ اور صحبت کی نسبت حاصل ہے اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے، انہیں خرقہ و اجازت حاصل ہوئی شیخ عظمت اللہ اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ جو ان کے والد اور دادا سے ہو کر شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک جاتی ہیں۔ ان کو دوسری اجازت اپنے نانا شیخ محمد رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ در واسطہ سے شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ملی تھی۔ اس شجرۂ نسب کا اختتام حضرت شیخ سراج الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پر ہوتا ہے اور دوسری اجازت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد شیوخ کے واسطہ سے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تک اپنے والد گرامی کی خرقہ اور اجازت وصحبت کی نسبت کو متصل بتایا ہے جس کا سلسلہ حضرت مخدوم علی علاء الدین الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جو حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ بھی تھے اور ماموں بھی۔ حضرت شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماموں کے واسطہ سے ایک اور شجرۂ نسب کا ذکر کیا ہے۔ بہرحال شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ذریعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کے واسطہ سے خواجہ معین الدین حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ جوڑا ہے۔ اوپر کا شجرہ درجہ بدرجہ یہ ہے: خواجہ معین الدین حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ، حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ، والد ماجد خواجہ ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ علوالدینوری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ، سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے سلسلۂ طریقت حاصل کیا۔''(۶)

اس کے بعد مختلف نسبتوں اور ناموں کی وضاحت ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت و تعلیم:

بعض دوسرے سلاسلِ طریقت کی مانند چشتی سلسلہ کا شجرۂ نسب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲۱/ ۶۴۲ - ۱۱۰/ ۷۲۸) کے واسطہ سے حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی (م ۴۰/ ۶۶۱) تک پہونچتا ہے اور صوفیہ کرام کے خیال کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طریقت کی تعلیم دی تھی اور انہوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے سرفراز کیا تھا۔ صوفیہ کرام کا اس پر اجماع تام ہے اور اس سلسلہ میں متعدد صوفیہ کرام بالخصوص ان کے صاحبانِ تصانیف نے متعدد رسائل لکھے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کو ایک مستند تاریخی واقعہ ثابت کیا ہے۔ (۷)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک محدثِ بالغ نظر کی حیثیت سے اس خیال پر کلام کیا ہے اور محدثینِ کرام کے اجماع کے مطابق ثابت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ملاقات، سماعت اور تعلیم و تربیت ثابت نہیں ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس اتفاقِ محدثین کی بنا پر سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ان کو اس موضوع پر متعدد صوفیہ کے رسائل و استفسارات کا جواب بھی لکھنا پڑا تھا۔ بطور محدث، حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ بہر حال اس موقف پر جمے رہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات و تعلیم و تربیت ثابت نہیں ہے۔ ان کی متعدد تحریروں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

دوسری طرف حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اجماعِ صوفیہ کے وزن کو بھی تسلیم کیا ہے کہ تمام صوفیہ کرام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اخذِ طریق و تعلیمِ تصوف کا اجماع اس کو بہر حال ایک واقعہ ثابت کرتا ہے لہٰذا اسے روحانی طور پر تسلیم کر لینا چاہیے اسی اجماعِ صوفیہ کے سبب وہ نہ صرف اس لقاء و تعلیمِ علی رضی اللہ عنہ و حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ یہ بھی مانتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاص علمِ طریقت عطا کیا تھا جس پر عام علماء و محدثین اس بنا پر نکیر کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی خاص علم جو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ دیا ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں سکھایا تھا لیکن حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خاص نظریہ مناسبت کے تحت اسے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کا لبِ لباب یہ ہے کہ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاص نسبت کی وجہ سے یہ علمِ خاص ملا تھا۔ (۸)

مشائخِ چشتیہ کی روایات و احادیث کا ذکر بھی حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کہا ہے۔ مثلاً القول الجمیل میں وہ ایک حدیث مشائخِ چشتیہ کی سند پر لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امام الاولیاء نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک الی اللہ کا سب سے سیدھا، آسان اور قریب ترین راستہ دریافت کیا کہ جس پر چلنا اور عمل کرنا سب بندوں کے لیے آسان ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلوت میں ذکرِ الٰہی کو اپنا وظیفہ بنا لو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذکرِ الٰہی کا طریقہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو اور تین بار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سنو اور آپ ﷺ نے تین دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "لا الہ الا اللہ" کے ذکر کی تعلیم دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دہرایا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس کی تعلیم دی۔ اسی طرح درجہ بدرجہ مشائخ کے ذریعہ ہم تک یہ سلسلہ پہنچا۔ یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ سے معلوم ہوئی۔ محدثین کے نزدیک اس میں طویل بحث ہے۔ یہ صرف ایک ذکر ہے۔(۹)

مقام چشتیہ:

فکر و فلسفۂ تصوف و طریقت میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص عطا یہ بھی ہے کہ وہ تمام سلاسل کے مقامات متعین کرتے ہیں۔ اس موضوع پر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے القول الجمیل اور الانتباہ کے علاوہ التفہیمات الالہیہ میں بھی ایک خاص تفہیم میں بحث کی ہے۔ یہ ایک خاص حکیمانہ بحث ہے اور اسی بنا پر وہ فلسفیانہ بھی بن گئی ہے۔ بہرحال احسان کی صفت سے اس کا خاص ارتباط ہے۔ دوسرے سلاسلِ طریقت جیسے قادریہ، نقشبندیہ کی مخصوص خاصیتوں کا ذکر کرنے کے بعد چشتیہ کے مقام وخصوص کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

"چشتی سلسلہ میں روحِ قبولیت پھونکی گئی ہیں اور تمام چشتی مشائخ اور سلسلہ کے منتسبین کو قبولِ عظیم حاصل ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طریقہ کے اکثر مشائخ اور مریدین و منتسبین سرزمینِ سرہند میں ہیں اور ان میں (اہلِ ہند میں) احسان کی طرف دعوت دینے والے یہی حضرات رہے ہیں۔"

پھر اپنا ذکرِ خیر فرماتے ہیں کہ:

"اس وصی کو اپنے رب سے یہ امید واثق ہے اور اس نے ذاتِ کریم سے الحاح واصرار بھی کیا ہے کہ اس کے طریقے کو وہی روح، قبول حاصل ہو جو چشتی کو حاصل ہے۔"(۱۰)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے سلاسل کی روحِ قبولیت کا بھی ذکر کیا ہے۔

چشتی صوفیہ اور ان کے سلاسل کی مقبولیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے متقدمین میں متعدد عبقری اکابر گزرے۔ بقول پروفیسر نظامی وہ "مشائخ عظام کا عہد" تھا جو چار پانچ پیڑھیوں تک جاری رہا اور ڈیڑھ دو سو سال کا احاطہ کرتا ہے۔ اتنی عظیم عبقری شخصیات کسی دوسرے سلسلہ کو اس تسلسل کے ساتھ ہندوستان میں نہیں مل سکیں۔ دوسرے ان مشائخ کا فقہی مسلک، حنفی تھا جو عوام اور خواص دونوں کا تھا۔ اس اہم عنصر نے بھی ان کی مقبولیت میں کافی اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان اکابر کا وحدۃ الوجود سے ربط وارتباط بھی ہندی مزاج و ذہن کو راس آیا تھا۔ پھر سلسلہ کی سادگی اور عوامیت بھی کارگزار تھی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مرشد و شیخ سے ارتباط:

تصوف و طریقت میں کسی نہ کسی مرشدِ ہدایت اور شیخِ طریقت سے تعلقِ خاطر استوار کرنا لازمی ہے۔ اسے ارادت کا تعلق و ارتباط بھی کہا جاتا ہے۔ مرید و سالک کے لیے کسی مرشد و شیخ کی تلاش و جستجو ضروری ہے۔ اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہے کہ صحیح مرشد اور واقفِ اسرار اور متبع شریعت شیخ سے رشتہ جوڑے۔ تصوف و طریقت میں مرشد و شیخ، پیر و قطب کی حیثیت دراصل ایک استادِ تعلیم و تربیت اور تہذیب نفس کی ہو۔ مگر اس بارے میں افراط و تفریط کا رویہ حاملینِ تصوف اور ناقدین طریقت دونوں نے اختیار کر کے بڑی غلط فہمیاں چلائی ہیں۔(۱۱)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرشد و شیخ کے آداب و اوصاف و امتیازات کے علاوہ متعدد دوسری بحثیں بھی کی ہیں۔ سرِ دست ان سے بحث نہیں ہے۔ اس وقت مشائخِ چشتیہ کے نزدیک مقام و مرتبۂ شیخ و مرشد سے بحث ہے۔ اس بارے میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت وضاحت سے لکھا ہے کہ:

> ''مشائخِ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ راہِ معرفت کا سب سے بڑا رکن دل کو اپنے مرشد سے جوڑنا ہے۔ یہ مرشد کی تعظیم اور اس کی صورت کے تصور کی شکل میں ہونا چاہیے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مظاہر بے شمار ہیں۔ چنانچہ ہر عابد، چاہے وہ غبی ہو یا بہترین عقل کا مالک، اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اسی مرتبے اور حیثیت کے مطابق ظاہر ہو کر اس کا معبود بنتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے سبب قبلہ کی طرف منہ کرنا اور استواء علی العرش (عرش پر متمکن ہونا) ایسی چیزیں شریعت میں نازل ہوئی۔''(۱۲)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد دورانِ نماز سامنے نہ تھوکنے کی حدیث اور ایک باندی سے اللہ کے بارے میں سوال و جواب کی حدیث نقل کر کے ان سے شیخ و مرشد سے ارتباطِ مرید و مسترشد کو مزید مستحکم کیا ہے۔ ایسی اور بھی حکمتوں کا بیان ملتا ہے۔

الانتباہ میں ''تصورِ مرشد'' کے بارے میں بلکہ اسی عنوان سے حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخ چشتیہ کا خیال دوسرے انداز میں پیش کیا ہے:

> ''دوسری ضروری بات اور مقصود یہ ہے کہ مرشد کی صورت اپنے سامنے تصور کرے اور پھر ذکر کرے۔ الرفیق ثم الطریق پہلے ساتھی پھر سفر کا راستہ، انہیں لوگوں کے لیے کہا گیا ہے۔ تصورِ شیخ نفئ خطرات کے سلسلے میں بہت زیادہ اثر رکھتا ہے بلکہ سلطان الموحدین برہان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

العاشقین حجۃ المتوکلین شیخ جلال الحق والشرع والدین مخدوم مولانا قاضی خاں یوسف ناصحی قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کی ظاہری صورت دیکھنا در حقیقت آب وگل کے پردے میں حق تعالیٰ سبحانہ کا مشاہدہ کرنا ہے اور خلوت میں اس کی صورت کا نمودار ہونا آب وگل کے پردے کے بغیر حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے۔''ان اللہ خلق آدم علی صورۃ الرحمٰن و من رآنی فقد رأی الحق۔'' اللہ تعالیٰ نے آدم کو صورتِ رحمٰن پر پیدا کیا اور جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کا مشاہدہ کیا۔ اسی کے حق میں آیا ہے:

گر تجلی ذات خواہی صورت انساں بہ بیں

ذاتِ حق را آشکارا اندر و خنداں بہ بیں

اگر ذات کی تجلیات چاہتے تو انسانی صورت دیکھ اسی کے اندر ذاتِ حق آشکارا اور جلوہ گر نظر آئے گی۔''(۱۳)

سلوک وتقرب کا طریقہ:

مذکورہ بالا حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور متعدد دوسری روایات وآثارِ مشائخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلوک الی اللہ یا تقربِ الٰہی کا سب سے عظیم وجمیل اور سیدھا راستہ ذکرِ الٰہی ہے۔ یہ تمام سلاسل وطرقِ تصوف میں متفقہ رکن ہے۔ حضرت قاضی خاں یوسف ناصحی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ چار ہزار مشائخ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک ذکر سے اور دوسرے بھوکے رہنے سے، اور مزید فرماتے تھے کہ جو شخص ذکرِ جلی کرتا ہے اسے زیادہ بھوک برداشت کرنے کی ضرورت نہیں، وہ چوتھائی پیٹ خالی رکھے اور گھی وغیرہ استعمال کرے تاکہ دماغ میں خشکی کی وجہ سے خلل واقع نہ ہو۔''(۱۴)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان میں بھی ذکرِ الٰہی کو ہی اہمیتِ کبریٰ حاصل ہے۔

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض دیگر صوفیہ کرام کے اقوال بھی ذکر کے بارے میں نقل کیے ہیں۔ جیسے شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ / ۱۰۱۴ء) کا قول نقل کیا ہے کہ: ''ذکر ولایت کا منشور ہے جسے ذکر کی توفیق ملی اسے منشورِ ولایت مل گیا اور ولایت کے اعزاز 'انتم اولیاء حقا' سے مشرف ہوا اور جس سے بھی ذکر کی نعمت سلب ہوئی بلاشبہ اسے ولایت کے منصب سے ہٹا دیا گیا۔ ذکرِ الٰہی کے متعلق یہاں تک کہا گیا ہے کہ ذکرِ الٰہی مریدوں کی تلوار ہے۔ وہ اس سے دشمن کو ہلاک کریں یا مصیبت کو ٹالیں، وہ اس سے دل لگائیں دشمن ہلاک ہو جائے گا اور مصیبت ٹل جائے گی۔'' ارشادِ خداوندی ہے''واذکر ربک اذا نسیت'' حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بعد نفس کو فراموش کرنے اور اس کی مخالفت کرنے کو تمام عبادات کا سرچشمہ قرار دیا ہے اور مشائخِ کرام کا قول نقل کیا ہے: ''**مخالفة النفس رأس العبادة و موافقة النفس رأس الكفر۔**'' نفس کی طاقت کو ذکرِ الٰہی توڑتا ہے اور انسان کو عبادات وطاعات میں لگاتا ہے۔ ذکر کے فوائد میں اور ذکر کے مجرب منافع میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بندگی شیخ عبداللہ قدس سرہ العزیز اور ان کے حوالے سے پیرِ دستگیر حضرت شیخ قطب الدین حاجی قدس سرہ العزیز کا بارہ سالہ تجربہ نقل کیا ہے کہ ایک صبح وشام سے دوسری صبح وشام تک ذکر جہری کا جو فائدہ انہیں ملا وہ تلاوتِ قرآن، نمازِ نوافل اور دعوتِ سماع سے زیادہ ہوا۔ (۱۵)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرید وسالک کے ذکر وغیرہ کے فرائض کو آدابِ شیخ سے وابستہ کر دیا ہے۔ اشغال واعمالِ مشائخِ چشتیہ میں بالخصوص وہ شیخ ومرشد کی ذمہ داری قرار دیتے ہیں کہ وہ مرید کو ارشاد وتلقین کرے۔ مرید اپنے آپ اپنی رائے اور خیال سے کوئی شغل اور کوئی عمل نہیں اختیار کر سکتا کیونکہ وہ خود صاحبِ اختیار نہیں ہے۔ شیخ کے لیے لازمی ہے کہ مرید کو ارشاد وتلقین میں سب سے پہلے روزہ رکھنے کا حکم کرے اور اس کا آغاز اگر پنجشنبہ (جمعرات) کے دن سے ہو تو بہتر ہے۔ وہ اس کو سب سے پہلے دس بار استغفار کرنے اور دس بار درود پڑھنے کا حکم دے پھر مرشد اسے ذکرِ الٰہی کا حکم دے جیسا کہ کتابِ محفوظ میں ہے: **فاذكروا الله قياما وقعودا وعلى جنوبكم۔**'' سالکِ راہ کا کوئی لمحہ ذکرِ الٰہی سے خالی نہ ہو۔ قلب کے دو دروازے ہیں ایک اوپر اور دوسرا نیچے۔ وہ دونوں بالترتیب ذکرِ جلی اور ذکرِ خفی سے کھلتے ہیں۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ذکرِ جلی کے آداب بتائے ہیں اور ان کے ذکر میں اپنے والدِ گرامی کا قول نقل کیا ہے۔ اس کے ساتھ نفی واثبات: لا الہ الا اللہ کے ذکرِ جلی کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور پاسِ انفاس کا ادب بھی۔ اس ذکرِ جلی کے استحکامِ شغل کے بعد حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا شغل چشتی نقل کیا ہے۔ (۱۶)

ذکرِ جلی میں صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگانے اور غیر اللہ سے نفس کو محفوظ رکھنے کے لیے نورِ الٰہی یا قبلہ کی طرف توجہ کرنے کا طریقہ بتایا ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ارشاد ہے لہٰذا یہ ایک طرح کا ایک حدیث کا مراقبہ ہوا۔ اور جس وقت طالبِ راہ ذکر کے نور سے منور ہو جائے تو اسے مراقبہ کی طرف لگایا جائے۔ مراقبہ کے آداب واشغال پر لکھتے ہیں'' مراقبے کے وقت زبان سے یا دل میں خیال کرے: اللہ حاضری، اللہ ناظری، اللہ شاہدی، اللہ معی یا اس آیت کا مراقبہ کرے: **الا انه بكل شي محيط** یا اس تصور کا مراقبہ کرے کہ اللہ سالک اور قبلے کے درمیان موجود ہے اور وہ مشاہدہ کر رہا ہے۔ مشائخِ چشتیہ کے مطابق چلہ کشی کے وقت چند امور کا خاص التزام کرے: ہمیشہ روزہ رکھے، رات کو قیام کرے، کھانا پینا، بولنا اور ملنا جلنا کم کر دے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور سوتے جاگتے باوضو رہے۔ پھر حجرے میں قیام، عبادت وغیرہ آداب بہت مفصل جاتے ہیں۔"(۱۷)

مزارات کی زیارت:

مشائخِ چشت نے مزار یا قبور کی زیارت کو بھی ایک ضروری طریقہ اور ذکرِ الٰہی کا ایک خاص حصہ قرار دیا ہے۔ تمام اکابر مشائخ اور دوسرے سلاسل کے بزرگ مشائخ بھی زیاراتِ مزارات کو جایا کرتے تھے اور اہتمام سے جایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفرِ حج سے قبل اور واپسی کے سفر کے دوران بھی متعدد بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی تھی اور نہ صرف راستہ میں پڑنے والے مزارات کی زیارت کو گئے تھے بلکہ بطورِ خاص سفر کر کے دور دراز کے علاقوں کے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کو گئے تھے۔ اس خاصِ زیارتِ قبور کے علاوہ وہ عام دنوں میں بھی مزارات کی زیارت کرتے تھے۔ ان بزرگوں میں مشائخِ چشت کے مزارات بھی شامل تھے۔ وہ دراصل دوسرے اکابر کی مانند صرف مسلکی قید کے قائل نہ تھے۔ بہر حال اپنے سفرِ حج کے دوران حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے اکابر کے مزارات کی زیارت کے علاوہ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لیے ۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۱۴۳ر دسمبر ۱۷۳۱ء کو اجمیر شریف پہونچے تھے۔(۱۸)

کشفِ قبور:

صاحبِ مزار و قبر کے فیض و برکات سے استفادہ کرنے کا بھی ایک مستقل شغل تمام سلاسل میں ملتا ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے چشتی طریقہ اس کا بتایا ہے کہ قبر پر آتے ہی دوگانہ بزرگ کی روح کے لیے ادا کرے اور ان میں سورۂ فاتحہ اور قل ھواللہ پڑھے۔ زیارتِ مزارات کے آداب و اذکار کی طرح اس میں بھی بیٹھنے کے طریقے لکھے ہیں اور نماز کی سورتیں اور سورہ ملک، معوذتین کے بعد فاتحہ اور اس کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر تکبیر: اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھے پھر سات طریقے اور پھر اس کے آداب بتائے ہیں۔ انشاء اللہ کشفِ قبور اور کشفِ ارواح دونوں حاصل ہوں گے۔(۱۹)

مزارات کی زیارت کے آداب و اشغال بھی صوفیہ کرام نے مرتب کیے ہیں جن میں مشائخِ چشتیہ بھی شامل ہیں۔ چشتی آداب و اشغال حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیے ہیں:

۱۔ "زیارت سے قبل دو رکعت نماز میں سورہ انا فتحنا پڑھے۔

۲۔ میت کے سامنے والے رخ میں منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھے پھر سورہ ملک پڑھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بعد اللہ اکبر و لا الہ الا اللہ پڑھے۔

۳۔ اس کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اور قبر کے قریب ہو جائے اور اکیس بار "یارب، یارب" اور اس کے بعد یاروح کہے اور اوراسے آسمان میں ضرب کرے۔

۴۔ پھر یاروح الروح کی دل میں ضرب کرتا رہے یہاں تک دل میں بسط اور نور کی کیفیت کو محسوس کرے۔ اس کے بعد صاحبِ مزار کی طرف سے اپنے دل میں فیض کا انتظار کرے۔"

کشفِ قبور وغیرہ کا معاملہ عملیات سے متعلق ہے کہ ضرورت اور مشکل کے وقت صوفی و سالک ان کی روح پرفتوح سے استفادہ کرتا ہے۔ اصحابِ ظاہر اور علماء "میت" سے استفادہ کے قائل نہیں ہیں۔

صلوٰۃِ معکوس:

دوسری چشتی چیزوں اور اشغال میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور تبصرہ کیا ہے کہ اس صلوٰۃِ معکوس کی کوئی بنیاد ہمیں احادیث اور فقہاء کے اقوال میں نہیں نظر آئی جس کی وجہ سے ہم اس پر زور دیں اس لیے ہم اس کا ذکر ترک کرتے ہیں۔ یہ بھی دراصل عملیاتِ تصوف کا ایک حصہ ہے۔ وہ چشتی سلوک کا بنیادی حصہ نہیں ہے۔

صلوٰۃ کن فیکون:

اسی طرح ان کے ہاں ایک اور نماز ہے جسے وہ صلوٰۃ کن فیکون کہتے ہیں۔ ان کے مطابق کسی مشکل کے وقت بدھ، جمعرات اور جمعہ کی راتوں میں دو رکعت اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ سو بار اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سو بار اور قل ھو اللہ ایک بار پڑھے اور سو مرتبہ درود پڑھے حضورِ قلب کے ساتھ دعا کرے اور تیسری رات میں یہ عمل پورا کر کے اپنی پگڑی یا ٹوپی اتار دے، آستین میں ڈال کر گڑگڑائے اور رو رو کر پچاس بار اپنی مشکل اور مصیبت کے لیے دعا کرے۔ اس کی دعا ضرور قبول ہو گی۔ اسی پر اشغالِ چشتیہ کا باب ختم ہوتا ہے۔ (۲۰)

ختمِ خواجگان:

ختم خواجگان کا وہ طریقہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جو شیخ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف کے ذریعہ ان تک پہونچا ہے۔ یہ بھی مشکل و مصیبت کے خاتمہ کی ایک ترکیب ہے۔ وضو کر کے قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دس بار درود شریف پڑھے پھر تین سو ساٹھ مرتبہ یہ دعا پڑھے: "لا ملجا و لا ینجی من اللہ الا اللہ" اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے بعد تین سو ساٹھ مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھے اور پھر تین سو ساٹھ مرتبہ ذکر کردہ دعا پڑھے۔ آخر میں دس مرتبہ درود شریف پھر کچھ مٹھائی خواجگانِ چشت کے لیے فاتحہ پڑھے۔ اب دعا نہ مانگے اور روزیہ عمل کرتا رہے۔ چند دنوں میں مشکل حل ہوجائے گی۔ (۲۱)

نسبتِ چشتیہ:

انفاس العارفین میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اہم تبصرہ یہ کیا ہے کہ: ''ہمارے اسلاف کا روحانی دستور یہ چلا آرہا ہے کہ ہر صدی میں طریقہ چشتیہ کی نسبت کے حامل رہے ہیں اور اکثر و بیشتر ہر جانے والا آنے والے کی بشارت دیتا رہا ہے اور یہ قصہ اسی طرح چلتا رہا ہے۔'' حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدِ ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی بشارت کے ضمن میں میر ابوالعلی کو مزارِ خواجہ سے بشارت ملنے کا ذکر کیا ہے جو ایک سو تیس سال بعد شاہ عبدالرحیم پر صادق آئی تھی۔ اس کے مطابق حضرت سید نعمت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالعزیز شکر بار رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کا حلِ اشکال کیا تھا اور تبرکات بھی پائے تھے۔ پھر شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت ملی تھی کہ ان کے ہاں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے۔ ایسی بہت سے بشاراتِ ولادت کا ذکر انفاس میں کیا گیا ہے جن میں سے حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تسمیہ قطب الدین احمد کا ذکر بہت مشہور ہے۔ (۲۲)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے چشتی نسبت رکھنے والے دوسرے بعض اکابر و مشائخ کا بھی ذکر مختلف مقامات پر کیا ہے۔ جیسے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اپنے خادم کے ساتھ سید عظمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی جو مشائخِ چشتیہ میں تھے۔

سلاسل کی نسبتیں:

صوفی فکر و فلسفہ میں نسبت ر نسبتوں کا ایک خاص تصور ہے۔ اس کا مختصر مفہوم و مطالب یہ ہے کہ سالک راہِ طریقت اپنے رجحانِ ذاتی اور سعی و کاوش سے ایک خاص تعلق خاطر جنابِ الٰہی سے استوار کر لیتا ہے اور وہ نسبت کہلاتا ہے۔ ''شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی حقیقت'' کے معنی خیز عنوان سے اس کی بحث مختلف کتب و رسائلِ تصوف میں کی ہے۔ القول الجمیل کے اس خاص باب میں فرماتے ہیں کہ: ''مشائخ کے تمام طریقوں کا ماحصل انسانی نفس کی تہذیب و آراستگی ہے۔ مشائخ اس کو نسبت کا نام دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سکونِ قلبی اور نور کی شکل میں اللہ جل شانہ سے انتساب اور ربط کی صورت ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ نسبت نفسِ ناطقہ میں ایک ایسی کیفیت اور حالت کا نام ہے جسے فرشتوں سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے یا عالمِ جبروت پر مطلع ہونے کا نام دے سکتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سالک جب طاعات اور طہارات اور اذکار پر مستقل مزاجی سے عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کے نفسِ ناطقہ میں ایک صفت قائم ہو جاتی ہے اور توجہ کا ایک ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں نسبت کی صورتیں ہیں اور صورت کی کئی اقسام ہیں۔"(۲۳)

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد اقسامِ نسبت سے مفصل بحث کی ہے اور ان کے مظاہر وفوائد بھی گنوائے ہیں۔ ان کا ایک خاص نقطہ نظر یہ ہے کہ "سب طریقتوں کی نسبتیں ہمیشہ ایک طریق پر وقوع پذیر نہیں ہوتیں۔ اس سلسلہ میں سالکوں کی اپنی کوشش اور رجحان کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق اسے کسی نسبت کے حصول کی استعداد ملتی ہے۔" اور تمام سلسلوں اور طریقوں کی نسبتیں الگ الگ اور خاص ہیں اور ان کی وجوہ، خصوصیات اور ثمرات بھی خاص خاص ہیں۔ ہمعات میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیائے کرام کے طبقات وسلاسل ان کی نسبتوں اور ان کے ثمرات سے زیادہ بحث کی ہے۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور نقشبندی طریقت کی نسبت یادداشت ہے جس پر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں بھی کلام کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اویسی کے ساتھ نسبتِ سکینہ بھی ہے اور ان دونوں کے برکات نے ان کو ممتاز بنایا ہے۔ سہروردیہ کی نسبت نورِ طہارت اور سکینت کے ساتھ ساتھ نسبتِ یادداشت بھی ہے۔ ان کے ثمرات بہت ہیں۔ اسی طرح طبقہ کبرویہ، شاذلیہ وغیرہ کی نسبتوں کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ متقدمین اور متاخرین سلاسل کی نسبتوں میں بھی فرق آ گیا ہے۔ ان تمام اقسام کی نسبتوں کا بیان حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ بہت مفصل بھی ہے اور خاصا پیچیدہ اور فلسفیانہ بھی ہے۔ چشتی مشائخ یا خواجگانِ چشت کی نسبتوں کا ذکر ان کے طبقات کے حساب سے کافی مفصل بیان کیا ہے:

۱۔ متقدمین مشائخ کی نسبت نور وطہارت وسکینیت کی نسبت ہے جو نسبتِ عشق سے آمیز ہے۔

۲۔ متوسطین اکابر کی نسبت عشق ہے جو نور وسکینہ سے آمیز ہے اور ان بزرگوں کی نسبت میں خاص طور سے اسمائے الٰہیہ کے انوار اور ان کی برکات کا اثر ہے۔

۳۔ متاخر مشائخ چشت کی نسبت بھی نسبتِ عشق ہے مگر اس میں قدرے نسبتِ توحید کی آمیزش ہے۔

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام نسبتوں کا ذکر اپنے کشفی علم وتجربہ کی بنا پر کیا ہے جیسا کہ آغاز باب میں وضاحت کر دی ہے۔(۲۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حصولِ نسبت کے طریقے:

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حصولِ نسبت خاص یا مختلف نسبتوں کے حصول کے طریقوں سے بھی بحث کی ہے۔ اس میں تاریخی دلائل وشواہد بھی ہیں جیسے صحابہ کرام اور تابعین عظام اشغال و وظائف مسنونہ کے علاوہ سکینہ کی نسبت دوسرے طریقوں سے حاصل کرتے تھے۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ خلوت میں پورے خشوع وحضور کے ساتھ نماز پڑھتے، ذکر وتسبیح کرتے اور طہارت پر برابر قائم رہتے اور موت اور حیات بعد الموت پر دھیان دیتے تھے۔ ان کو نسبتِ سکینہ ملتی تھی۔ تلاوتِ قرآن کریم نسبتِ سکینہ حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ ہے۔ نماز میں بھی اسے حاصل کرنے کا طریقہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے۔ چشتی سلسلہ میں ان نسبتوں کا حصول بھی ان ہی مختلف اذکار واوراد، نماز ودرود، مراقبہ وچلہ وغیرہ کے ذرائع سے ممکن ہو جاتا ہے۔ چشتی طریقے میں اکابر مشائخ سماع کی طرف اس لیے اتنی رغبت رکھتے ہیں کہ ان کو اپنی خاص نسبتیں اس کے ذریعہ سے ملتی ہیں۔ سماع پر تمام اکابر صوفیہ اور ان کے صاحبانِ قلم نے پورے پورے ابواب لکھے ہیں اور چشتی مشائخ اکثر وبیشتر اس کے قائل تھے۔

نسبت کے فوائد:

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''نسبت پر مداومت کرنے والے سالک کے حالات بلند اور درجہ بدرجہ ہوتے ہیں لہٰذا سالک انہیں غنیمت جانے اور سمجھے کہ یہ عبادات وطاعات کے قبول ہونے اور نفس کے باطن اور دل کی گہرائیوں میں اثر انداز ہونے کی نشانیاں ہیں۔ اس سے بلند احوال ومقامات حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں متعدد چیزیں شامل ہیں جیسے رویاء صادقہ، سچے خواب، فراستِ صادقہ، دعا کی قبولیت اور ظہورِ طلب ومطلب وغیرہ۔ یہ احوال ومقامات سالک کی ایمان کی پختگی، اس کی طاعات کی قبولیت اور اس کے باطن میں نورِ الٰہی سرایت کر جانے کی علامات ہیں۔ حصولِ نسبت کے بعد دوسری بلند منزل رمقام فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی ہے مگر اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ مشائخ کی متصل سند کے ذریعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات منقول نہیں ہوئی یہ خداداد نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بغیر کسی ذریعہ اور سلسلے کے جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔''(۲۵)

احوال ومقامات:

سلسلۂ چشتیہ کی تعلیمات وافکار کے باب میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اہم چیزوں کا ذکر نہیں فرمایا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگرچہ ان کی طرف بعض دیگر تحریروں میں اشارات ملتے ہیں اور دوسرے سلاسل کے افکار و تعلیمات میں قرائن بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کی وجوہ واسباب کا پتہ لگانا مشکل ہے تاہم ناممکن نہیں۔ تقابلی مطالعہ اور منطقی استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ان اشغالِ مشائخ چشتیہ پر زور دیا ہے جو ان کے نظامِ فکر و عمل میں خاص ہیں اور ان افکار و تعلیمات سے بحث نہیں کی جو دوسرے سلاسلِ طریقت بالخصوص نقشبندیہ کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ ان میں احوال و مقامات کا بھی معاملہ شامل ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا مستقل ذکر بابِ چشتیہ میں نہیں کیا لیکن نقشبندیہ میں بالخصوص اور دوسرے سلاسل میں بالعموم انہوں نے احوال و مقامات پر خاصی مفصل بحث کی ہے۔ ایک دوسرا اہم قرینہ یہ ہے کہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی (۱۱۴۵-۱۲۳۴ء) کی شاہکار کتابِ تصوف "عوارف المعارف" دوسرے تمام سلاسل کی مانند چشتیہ میں بھی نصاب کا درجہ رکھتی تھی اور چشتی مشائخ اور اکابر کے علاوہ دوسرے منتسبین بھی اس کا مطالعہ انفرادی اور اجتماعی طور سے کرتے تھے۔ متعدد صوفیہ کرام جیسے شیخ نظام الدین اولیا نے اس کا درس اپنے شیخ سے پایا تھا اور کئی چشتی مشائخ نے اس کی شروح لکھی تھیں۔ (۲۶)

احوال و مقامات کا ذکر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں دوسرے سلاسل اور مضامینِ تصوف کے حوالے سے آتا ہے۔ مشائخ چشت بھی ان سے متفق تھے اور دراصل وہ ان مشترک و محبوب مضامین میں شامل ہیں جو تصوف کے اہم افکار ہیں۔ احوال میں توبہ و انابت، فقر و زہد، صبر و شکر، توکل و اخلاص، رضا، غیب و حضور اور صحو و سکر وغیرہ شامل ہیں۔ مقامات میں فنا و بقا، جمع و جمع الجمع رفرق بعد الجمع (وصل و وصال) عبدیت کلی بھی مشائخ چشت میں دوسروں کی طرح موجود و مقبول ہیں۔ ان کے ساتھ صوفی تجربات جیسے کشف و شہود، رویت و مشاہدہ، تجلی و تدلی، الہام و القاء وغیرہ بھی مشترکہ میراث ہیں۔ خاص چشتی مشائخ اور ان اعمال و اشغال کے حوالے سے یہ مباحث تحریراتِ شاہ میں نہیں آئے ہیں لیکن ان کی طرف اشارات موجود ہیں۔ (۲۷)

وحدۃ الوجود اور چشتیہ:

تیسری رنویں صدی عیسوی سے اسلامی علوم و فنون میں یونانی فکر و فلسفہ اور حکمت کی آمیزش ہوگئی تھی۔ اسلامی فکر و فلسفہ میں اس غیر ملکی عنصر کا زیادہ اثر تو علومِ کلام و فلسفہ وغیرہ میں رہا لیکن تصوف بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکا۔ توحیدِ الٰہی اور اسکی اقسام توحیدِ ذاتی، توحیدِ صفاتی اور توحیدِ فعلی اور توحیدِ وجودی وغیرہ کی بحثیں اسی فلسفیانہ ذوق کی دین ہیں۔ ان اقسام و انواعِ توحید کا ایک اہم صوفی نام وحدۃ الوجود ہے جس کا تصوف و طریقت سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زیادہ فلسفہ سے زیادہ تعلق وربط ہے۔ علماء وفقہاء وغیرہ کی مانند صوفیہ کرام بھی ان تصورات وافکار وغیرہ سے متاثر ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی فکری دنیا میں ان کو قبول کر لیا تھا۔

حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قریبی آباء واجداد اور تمام صوفی اکابر اگرچہ بنیادی طور سے نقشبندی تھے تاہم وہ وحدۃ الوجود کے فلسفہ وفکر سے متفق، مبلغ اور قائل تھے اگرچہ ان کے نقشبندی امامِ طریقت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد سرہندی بن شیخ عبدالاحد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۶۴۔ ۱۶۲۴ء) نے اس کے مقابل وحدۃ الشہود کا نظریہ تشکیل دیا تھا۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں نظریات میں تطبیق ہی نہیں دی بلکہ ان دونوں کے فرق کو محض لفظی قرار دیا یعنی اصل نظریہ وحدۃ الوجود ہی ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عم بزرگوار شیخ ابو الرضا محمد (م ۱۱۰۱/ ۱۶۹۰) اور والدِ ماجد شیخ عبدالرحیم (م ۱۱۳۱/ ۱۷۱۹) وحدۃ الوجود ہی کے قائل تھے اور اس کے سب سے بڑے مفکر ومبلغ اور بانی شیخ اکبر ابنِ عربی (محی الدین ابوبکر محمد بن علی حاتم طائی، ۱۱۶۵۔ ۱۲۴۰ء) کی دونوں کتابوں ''فتوحاتِ مکیہ'' اور ''فصوص الحکم'' کے شارح ومفسر اور حافظ وامام تھے۔ شیخ عبدالرحیم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے کہ وہ اگر چاہتے تو برسرِ منبر خصوص وفتوحات یعنی وحدۃ الوجود کو ثابت کر سکتے تھے۔ غالباً ان نقشبندی اکابر ومشائخ میں وحدۃ الوجودی رنگ مشائخ وصوفیہ چشتیہ کی شدید نسبت اور گہرے اثر کی وجہ سے آیا تھا۔ غالباً بیشتر کیا تمام مشائخِ چشتیہ بالخصوص متوسطین اور متاخرین وحدۃ الوجود کے نظریہ کے علمبردار اور قائل ومبلغ ہیں۔ (۲۸)

تنقیدی تجزیہ:

بالعموم اصحابِ ظاہر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دو مختلف ومتضاد شخصیتوں کا حامل وپیکر بتاتے ہیں۔ ایک عالم ومحدث وفقیہ اور مترجم ومفسر قرآن کی ہے جو ان علوم کی تصانیف میں بالخصوص اور حجۃ اللہ البالغہ میں بالعموم نظر آتی ہے۔ دوسری صوفی صافی اور امامِ طریقت اور جامع سلاسل کی جو ان کی کتب ورسائل میں خاص کر ابھرتی اور چمکتی نظر آتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک شخصیت متحدہ کے پیکر تھے جو شریعت وطریقت دونوں کی بیک وقت جامع تھی اور وہ شروع سے آخر تک ویسی ہی رہی اور اس میں کسی قسم کا تغیر کسی بھی مرحلۂ حیات میں واقع نہیں ہوا۔ ان کی شاہکار کتاب جس کو ان کی تصانیف میں ام الکتاب کا درجہ حاصل ہے اس اچوک حقیقت کی شاہد عادل ہے کہ اس کی قسم اول کے بیشتر مباحث اور قسم دوم کے مباحث کے اندرون میں بھی ان کی طریقت وحکمت اسی طرح پیوست ہے۔ (۲۹)

جامعِ سلاسل طریقت ہونے کی بنا پر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ تمام مشائخ کی وراثت طریقت کے امین تھے۔ اگرچہ وہ اصلاً نقشبندی امام اور مؤلف ومرشد تھے لیکن دوسرے سلاسل بالخصوص چشتی طریقت کے بھی ماہر و پارکھ تھے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نادر و نایاب امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علومِ شریعت، قرآن وحدیث وفقہ کے ایک عظیم ترین امام تھے۔ علومِ اسلامی میں ان کی گہری بصیرت نے ان کو جادۂ شریعت اور طریقۂ نبوت سے سرِ موانحراف کرنے پر نقد کا ملکہ دیا۔ وہ ماہرین وشارحینِ شریعت سے جس طرح اختلاف کرتے ہیں اسی طرح وہ مشائخ وصوفیہ کے بعض افکار پر بھی نقد کرتے ہیں۔

بایں ہمہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف وطریقت کو دین وشریعت سے الگ یا متصادم نہیں سمجھا ہے۔ وہ اسلامی تصوف کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اس کے عامل، شارح ومفسر، مبلغ ومؤلف اور مؤید وجامع بھی تھے۔ اسلامی تصوف کے تاریخی ارتقاء میں ان کا نظریہ الوان/ دورات/ رنگہائے تصوف اربعہ ایک عظیم الشان عطیہ ہے۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین پر مشتمل اولین دور و رنگِ حقیقت کو اگرچہ انہوں نے رنگِ تصوف کہا ہے تاہم وہ خالص شریعت دورِ شریعت ہے۔ اسی کو وہ طریقۂ نبوت کہتے ہیں جس کی اساس شریعت ظاہرہ پر تھی اور اسی کے اعمال وافکار سے ان کو مراتب قربت حاصل ہوئے تھے۔ (۳۰)

نقشبندی افکار وتعلیمات اور اشغال واعمال سے وابستگی اور ذہنی رجحان کی وجہ سے حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر جتنا مفصل لکھا ہے اتنا دوسرے سلاسل ومشائخ کے اعمال وافکار اور نظریات کے بارے میں نہیں لکھا ہے۔ القول الجمیل، الانتباہ، ہمعات، التفہیمات الالٰھیۃ اور متعدد دوسری کتب ورسائل تصوف کے تقابلی مطالعہ سے یہ ثابت ہے۔ اکابرِ چشتیہ حضرات معین الدین حسن اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ، علاء الدین علی بن احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے دوسرے اکابر کا کوئی خاص تذکرہ نہیں ملتا، صرف حوالے اور اشارے ملتے ہیں اور یہ حوالے اور اشارے بھی کافی کم ہیں۔ ان کے تمام نظریات وافکار پر بھی بحث خاصی ناکافی نظر آتی ہے۔ (۳۱)

بایں ہمہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے سلاسلِ طریقت اور ان کے مشائخ کے مقابلے میں حضرات اکابرِ چشتیہ کا زیادہ ذکر کرتے ہیں جیسے القول الجمیل کے دوسرے باب بیعت کی حیثیت وغیرہ کے آخر میں وہ نقشبندیہ اور قادریہ کے علاوہ صرف چشتیہ اور سلسلہ عالیہ کے امام الہند حضرت شیخ معین الدین سجزی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ذکر کیا ہے۔ (ص: ۵۰) بشارات ورویا صادقہ کے بیان میں بھی اکابرِ چشتیہ بالخصوص خواجہ کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ملتا ہے۔ نسبتوں کی تفصیل میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکابرِ چشتیہ کے متقدمین متوسطین اور متاخرین کی نسبتوں کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ذکر کیا ہے اور سب سے اہم وحدۃ الوجود کا نظریہ خالص ان ہی کے زیرِ اثر تھا۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متعدد اکابر واجداد کی چشتی نسبتیں دوسروں کے بالمقابل زیادہ گوناگوں ہیں اور مختلف شجرہ ہائے نسب رکھتی ہیں۔ خاص کر تینوں اہم ترین شاخہائے چشتیہ سے ان کی نسبت ووابستگی بہت اہم ہیں۔ ان میں سلسلہ سراجیہ کا ذکر خاص ہے کہ وہ عہدِ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں مقبول وعام تھا مگر بعد میں اس کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ غالباً اسی متنوع اور وسیع وہمہ گیر چشتی اثرات کی بنا پر حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اعمال واشغال اور افکار ونظریات میں بسا اوقات نقشبندی اعمال واشغال پر اضافہ ملتا ہے مثلاً نقشبندی اکابر خصوصاً خواجہ نقشبند مزارات کی زیارت کے اتنے قائل نہ تھے جتنے حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

یوں تو حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ تصوف وطریقت میں اجماع واتفاقِ صوفیہ اور روایات واحادیثِ طریقت کو تسلیم کرتے ہیں اور ان ہی کے نتیجے میں انہوں نے نظام ہائے تصوف کو قبول کیا ہے جن میں چشتی طریق و اسلوبِ تصوف بھی شامل ہے لیکن اس کے باوجود وہ محدثانہ نظر اور اسلامی بصیرت سے بھی کام لیتے ہیں اور اس کی بنا پر بعض بہت اہم افکار ونظریات اور اعمال واشغال پر محدثانہ نقد کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرتِ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اخذِ علوم طریقت پر وہ ان کمیاب صوفی ناقدین میں شامل ہیں جو حدیثی اور تاریخی طور سے اسے ثابت نہیں سمجھتے اور محدثین کے اجماع سے متفق ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اجماع و اتفاقِ صوفیہ ومشائخ کو وزنی قرار دے کر ان کی روایات صحیحہ اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مان کر نہیں تسلیم کرتے جیسے صلوٰۃ معکوس اور صلوٰۃ کن فیکون وغیرہ اعمال واشغال چشتیہ کا معاملہ ہے۔ اس سلسلہ میں ذکر وغیرہ اعمال واشغال کی بنیادی حیثیت اور ثانوی حیثیت کا فرق ضرور کرنا چاہیے۔ چشتی اشغال میں بھی بعض اشغال عملیات کی ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں صلوٰۃ معکوس وغیرہ، کشفِ قبور، زیارت مزارات وغیرہ مشکل حل کرنے کے بھی عملیات ہیں، ارکانِ تصوف نہیں۔

ان کی تنقیدی بصیرت کا سب سے بڑا ثبوت احوال ومقامات خاص کر فنا وبقاء وغیرہ کے بارے میں ملتا ہے جب وہ اسے نہ صرف مشائخ کی متفقہ روایات سے ثابت نہیں مانتے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے اثبات کی تردید بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ تمام احوال ومقامات کو اکابرِ صوفیہ کے ایجاداتِ صالحہ کے بطور مانتے ہیں اور وحدۃ الوجود جیسے فلسفیانہ نظریہ کو نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس کے عظیم ترین شارح شیخ اکبر کا دفاع

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی کرتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کو من وعن تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے وحدۃ الوجود کا ہی دوسرا اظہار قرار دیتے ہیں۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ زیادہ صحیح ہے۔ حالانکہ متعدد ناقدین حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس بنا پر نقد کیا ہے کہ حضرت مجدد کے خالص اسلامی نظریہ کو غتر بود کر کے حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے انحراف کیا ہے۔ وحدۃ الوجود یا وحدۃ الشہود کا نظریہ ہو وہ فلسفیانہ تصوف کا حصہ ہے اسکا اسلامی نظریات سے کیا تعلق؟

تصوف وطریقت میں شیخ و مرشد کے واسطہ، مقام، تصرف وغیرہ پر بڑی بحث و تنقید ملتی ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اسے تسلیم کیا بلکہ اسے قبلہ اور استواء علی العرش کے اسلامی اور شرعی تصورات ونظریات سے بھی آمیز کر دیا۔ ان کا یہ تطبیق و توفیق بلکہ توسیع و تشریح کا ہمہ جہتی طریقہ خاص ان کے محدثانہ فکر ونظر اور اسلامی عبقریت کا اشاریہ موجود ہے جو صرف ان کے ہاں پایا جاتا ہے لیکن شیخ قاضی خاں یوسف ناصحی کی تشریح وتعبیر خاصی خطرناک ہے اگرچہ اس کی بھی توجیہہ و تاویل کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف و طریقت کو طریقِ نبوت کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے اور اعتدال و توازن بھی اپنی بساط بھر پیدا کیا ہے۔ تاہم طریقت میں افراط و تفریط کا عنصر آ ہی جاتا ہے جسے شریعت کے اعتدال و توازن سے دور کیا جا سکتا ہے اور کیا جاتا ہے اور کیا جانا چاہیے۔

♦♦♦

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حوالہ جات

۱۔ شاہ ولی اللہ، الانتباہ، مندرجہ بالا: باب اول: سلسلہ ولی اللّٰہی، ۱۲۹۔۱۳۶ مابعد: قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، کبرویہ، شطاریہ، شاذلیہ، عیدروسیہ وغیرہ کے سلاسل کا ذکر ہے۔ مسالک اور طرق پر بحث کے لیے: الدر الثمین، مندرجہ ذیل: ''آپ ﷺ کی طرف سے میرے دل پر فیضان ہوا کہ یہ مسلک اور طریقے برابر ہیں، ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔''

۲۔ القول الجمیل، ۶۳، الانتباہ، ۱۹۵۔۱۹۷: خلیق احمد نظامی، مقالات چشتی و چشتیہ مذکورہ بالا میں سجزی (س ج ز ی) اور عثمان ''ہرونی'' ہے۔

۳۔ ۱/ ۴۷۲: مکتوب نمبر: ۷۰

۴۔ نادر مکتوبات ۲/ ۱۹

۵۔ الخیر الکثیر: ۲۰۶ نیز ۱۲۵: مذکورہ بالا اکابر طریقت کے علاوہ متعدد دوسروں کو نور نبوت ﷺ سے سرفراز قرار دیا ہے، اگرچہ شیخ اجمیری کا وہاں ذکر نہیں ہے۔

۶۔ الانتباہ، ۱۹۴۔۱۹۶، مقالۂ چشتیہ میں مختلف جدولیں ہیں جن میں ''مشائخِ عظام کا عہد'' نامی جدول خواجہ اجمیری سے ان کے مریدوں اور جانشینوں (خلفاء) کا پانچ پیڑھیوں تک ذکر کرتی ہے۔

۷۔ الانتباہ، ۱۵۰ مابعد: حسن بصری کی اجازت وخلافت اور فیض کی نسبت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف جاتی ہے۔ اہل سلوک کے ہاں یقینی اور قطعی ہے بلکہ محدثین کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔

۸۔ شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالٰہیہ، حیدرآباد، سندھ: ۱۹۹۷ء، ۱/ ۳۲۱ و مابعد: تفہیم: ۷۷: روح مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فاتحہ ولایت را کہ در داخل روح آنحضرت ﷺ مندرج بود نسبتی لائق دادہ بر اس خود قائم شدہ۔

۹۔ القول الجمیل، ۶۳: حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخ کی روایت کردہ اس حدیث کو بیان بھی کیا ہے اور تسلیم بھی کیا ہے اگرچہ بطور محدث وہ اس کی سند و روایت پر محدثین کی تنقید کے قائل بھی ہیں۔

۱۰۔ التفہیمات الالٰہیہ، ۱/ ۱۱۴۔۱۱۵: تفہیم: ۳۴ عربی میں ہے اور صنعتِ احسان کی جہت سے مرشدین و اقطاب پر بحث کرتی ہے۔ یہ بحث ہمعات میں بھی آئی ہیں۔

۱۱۔ القول الجمیل، ۴۴۔۵۱ میں شرائط مرشد پر بحث کی ہے۔ الانتباہ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور دوسری کتب و

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسائل میں بھی خاص کر التفہیمات الالٰہیہ میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا میں ایک وصیت اس باب میں بہت اہم ہے۔

۱۲۔ القول الجمیل، ۶۵۔۶۶، حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ مظاہر الٰہی بہت دلچسپ اور معنی خیز ہے اور اس کو مختلف شرعی شعائر سے جوڑنا بھی ان کی عبقریت اسلامی کی دلیل ہے۔ بہر حال شیخ و مرشد کا عام تصور اور اس شرط کے ساتھ مشروط لیا جائے تا کہ معروف ہی میں اس کی پیروی کی جائے گی اور منکر میں نہیں بالکل فطری اور صحیح ہے کہ دوسرے تمام علوم وفنون میں استاذ کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۳۔ الانتباہ، ۲۰۰۔۲۰۱: حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب خاص میں مختلف مقامات پر اشعار سے بہت کام لیا ہے۔ شیخ و مرشد پر نقد شدید کے لیے ملاحظہ ہو: غلام قادر لون، مطالعہ تصوف، بحث بر ارادت: ۹۷۔۱۰۹، اس میں متعدد چیزوں پر بحث ہے جیسے، مراقبہ، ذکر، مزارات وقبور کی زیارت وغیرہ، اسی میں حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تصور ''فنافی الشیخ'' کا مختصر حوالہ بھی ہمعات، ۲۴ کے حوالہ سے ہے۔

۱۴۔ الانتباہ۔ ۲۰۱، امام غزالی کی میزان العمل، مصر ۱۹۶۴ء، ۲۲۲ و مابعد اور متعدد دوسرے صاحبانِ سلوک کی کتب میں ذکرِ الٰہی کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اس کے سامنے تلاوتِ قرآن کریم کی بھی ممانعت ملتی ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہر حال تلاوت کو بہترین ذکر قرار دیا ہے، دوسرے اذکار کے علاوہ۔

۱۵۔ الانتباہ، ۲۰۱۔ ۲۰۳: تلاوتِ قرآن اور نوافلِ نماز پر خیال قابل بحث ہے۔

۱۶۔ القول الجمیل، ۶۳۔۶۶

۱۷۔ القول الجمیل، ۷۷۔۶۷؛ الانتباہ، ۲۰۵۔۲۰۶: چلہ میں بیٹھنے کے چشتی آداب کا بہت مفصل ذکر کیا ہے۔ رویت اور مشاہدہ صوفی اصطلاح میں دو الگ چیزیں ہیں۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بھی فرق بتایا ہے۔

۱۸۔ نادر مکتوبات حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ محدث دہلوی، اُردو ترجمہ مفتی نسیم احمد فریدی، شاہ اللہ اکیڈمی، ۱۹۹۸ء نیز اصل فارسی مکاتیب حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ اور محدث دہلوی، محققہ مفتی نسیم احمد فریدی، رضا لائبریری، رامپور، ۲۰۰۴ء، ۱ر ۴۳: مکتوب نہم، ''بہ آسودگی کل وعافیت تمام روز دوشنبہ دوازدھم جمادی الآخر

۱۹۔ الانتباہ، ۲۰۷

۲۰۔ القول الجمیل، ۶۷۔۶۸، اس نماز کا تعلق بھی عملیات کے باب سے ہے۔ حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تجرب عملیات پر ایک باب خاص کیا ہے۔

۲۱۔ الانتباہ، ۲۰۷، حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحیم کا حال ورود یہ لکھا ہے کہ انہوں نے شیخ عبدالاحد کے ختم خواجگان میں شرکت سے انکار کر دیا تھا۔ انفاس، ۱۲۵

۲۲۔ شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، اُردو ترجمہ: سید محمد فاروق، دیو بند: مکتبہ الفلاح دیو بند اشاعتم ۳۶۔۷ و ما

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعد: محمد یٰسین مظہر صدیقی، شاہ ولی اللہ دہلوی: شخصیت وحکمت کا ایک تعارف، علی گڑھ: ۲۰۰۱ء

۲۳۔ التفہیمات، ۱/۸۷۔۹۷، واعلم ان الکیفیۃ الحاصلیۃ للعبد من توجیہ الی ربہ وادامتہ ذلک التوجہ یسمی نسبۃ و سکینۃ۔۔۔

۲۴۔ ہمعات، اُردو، ۱۷۲۔۱۷۵

۲۵۔ القول الجمیل، ۸۱۔۸۶، ہمعات، ۱۴۱۔۱۴۵

۲۶۔ عوارف المعارف، اُردو ترجمہ: شمس بریلوی، نئی دہلی: ۱۹۸۶ء، مقدمہ: خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، دہلی: ۱۹۸۰ء، ومابعد

۲۷۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۸۸۔ ۱۰۲: باب المقامات والاحوال، القول الجمیل: ۷۹۔۸۰: اشغالِ مشائخ نقشبندیہ بالخصوص

۲۸۔ شاہ ولی اللہ، ہمعات، ۵۲ ومابعد، ۸۷۔۸۹: اقسامِ توحید، ۱۱۸۔۱۲۵، نقد بر فلاسفہ وحکماء، اثبات وحدۃ الوجود کے لیے خاص بحث، ۱۲۵۔ ۱۳۳ ومابعد، انفاس العارفین، ۱۹۷۱ ومابعد۔۔۔ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور اس موضوع پر ایک محقق کی حیثیت رکھتے تھے (شیخ ابوالرضا)

۲۹۔ حجۃ اللہ البالغہ کے ابواب عالم مثال، ملأ اعلیٰ، حقیقت روح، تقدیر ومجازاۃ، حقیقت موت واحوالِ برزخ، سعادت، احوال ومقامات اور ابوابِ احسان ان کے خالص صوفی نظریات پر مبنی ہیں اور ابوابِ شریعت جیسے نماز، روزہ وغیرہ میں بھی ان کے اثرات موجود ہیں۔

۳۰۔ ہمعات، ۱۲۔۱۶، حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک الی اللہ کا قطعی طریقہ جسے قرار دیا وہ طریق نبوت ہی ہے اور اس کو افضل بھی کہا ہے۔

۳۱۔ القول الجمیل میں اشغالِ چشتیہ کے لیے صرف چھ صفحات اور الانتباہ میں چودہ صفحات وقف کیے ہیں اور ان کے مقابل نقشبندیہ کے القول الجمیل میں بیس اور الانتباہ میں پینتالیس صفحات وقف کیے ہیں۔ دوسرے مباحث میں بھی وہ نقشبندیہ کا زیادہ ذکر کرتے ہیں جیسے آداب مرشد وبیعت، نسبت کی حقیقت وغیرہ میں۔

♦♦♦

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com